

سُورَةُ الْأَعْلَىٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

فلاح وہ شخص پاوے گا جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کر لے اور گناہ اور معاصی کے ارتکاب کا کبھی بھی اس میں دورہ نہ ہو اور ترکِ شر اور کسبِ خیر کے دو نو مراتب پورے طور سے یہ شخص طے کر لے تب جا کر کہیں اسے فلاح نصیب ہوتی ہے۔ ایمان کوئی آسان سی بات نہیں جتنک انسان مڑ ہی نہ جاوے تب تک کہاں ہو سکتا ہے کہ سچا ایمان حاصل ہو۔

(الحکم جلد ۱۲، ۱۲ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ الْبُرْهِيمِ

وَمُوسَىٰ ۝

خدا تعالیٰ جو اصدق الصادقین ہے اُس نے اپنی کلام میں صدق کو دو قسم قرار دیا ہے ایک صدق باعتبار ظاہر الاقوال دوسرے صدق باعتبار التاویل والمآل پہلی قسم صدق کی مثال یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ مریم کا بیٹا تھا اور ابراہیم کے دو بیٹے تھے اسمعیل اور اسحق۔ کیونکہ ظاہر واقعات بغیر تاویل کے یہی ہیں۔ دوسری قسم صدق کی مثال یہ ہے کہ جیسے قرآن شریف میں کفار یا گذشتہ مومنوں کے کلمات کچھ تصرف کر کے بیان فرمائے گئے ہیں اور پھر کہا گیا کہ یہ انہی کے کلمات ہیں۔ اور یا جو قصے تورات کے ذکر کئے گئے ہیں اور ان میں بہت سا تصرف ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس اعجازی طرز اور طریق اور فصیح فقروں اور دلچسپ

استعارات میں قرآنی عبارات ہیں اس قسم کے فصیح فقرے کافروں کے مُنہ سے ہرگز نہیں نکلے تھے اور نہ یہ ترتیب تھی بلکہ یہ ترتیب قصوں کی جو قرآن میں ہے تو ریت میں بھی بالالزام ہرگز نہیں ہے حالانکہ سہریا ہے اِنَّ هَذَا لَيْفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ - صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى اور اگر یہ کلمات اپنی صورت اور ترتیب اور صیغوں کے رُو سے وہی ہیں جو مثلاً کافروں کے مُنہ سے نکلے تھے تو اس سے اعجاز قرآنی باطل ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ فصاحت کفار کی ہوئی نہ شران کی۔ اور اگر وہی نہیں تو بقول تمہارے کذب لازم آتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے تو اور اور لفظ اور اور ترتیب اور اور صیغے اختیار کئے تھے اور جس طرح مَتَوَقِّفٰتِكْ اور تَوَقِّفَتِنِيْ دُو مُتَخَلِّفِ صِيغے ہیں اسی طرح صد ہا جگہ ان کے صیغے اور قرآنی صیغے باہم اختلاف رکھتے تھے۔ مثلاً توریت میں ایک قصہ یوسف ہے نکال کر دیکھ لو اور پھر قرآن شریف کے سورہ یوسف سے اس کا مقابلہ کر دو تو دیکھو کہ کس قدر صیغوں میں اختلاف اور بیان میں کمی بیشی ہے بلکہ بعض جگہ بظاہر معنوں میں بھی اختلاف ہے ایسا ہی قرآن نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم کا باپ آزر تھا لیکن اکثر مفسر لکھتے ہیں کہ اس کا باپ کوئی اور تھا نہ آزر۔

(تحفہ غر نوید صفحہ ۲۷، ۲۸)

..... شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الامام قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا اَنۡوَابَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لِقٰلِمٍ۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو وہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هَذَا لَيْفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں باس تیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باس تیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو سچ موعود کا بھی کام ہے۔

(اربعین ۲ صفحہ ۷۶، ۷۷)

